خلش

ڈاکٹر وسیم صدیقی
10/8th Road North
Ahmadi - 61008
Kuwait

نیویارک میں اچھے کمانوں کی کوئی کمی نہیں۔انڈین پاکستانی، چائنیز جو چاہیے کھایئے۔ایکسے ایک اچھے ہوٹل یا پھر دوست احباب کے گھر دعوتیں۔اپنے گھر میں بریانی کباب وغیرہ کا ماحول ذرا کم تھا۔وجہ یہ تھی کہ میری بیوی جولی کو نہ تو ان چیزوں سے رقبت تھی اور نہ ہی اسے پکانا آتا تھا۔بہت جی چاہا تو ہوٹل سے آرڈر کر دیا۔

میں جولی سے پہلی بار اس وقت ملا جب وہ کسی Advertisemant Company کی طرف سے مجھ سے ملنے آئی تھی۔میرے کمپنی کے Soft ware بیچنے کے لیے اُس نے جو Slogans بنائے تھے وہ مجھے بالکل نہیں پسند آئے لیکن اس کے برعکس جولی مجھے بہت اچھی لگی تھی ہندوستان کے بارے میں اس کی اچھی معلومات تھی۔ ہندوستان کے راجے مہاراجے یا پھر جنگل میں گھومتے ہوئے سادھوں کے بارے میں آس نے خوب پڑھ رکھا تھا۔شادی کے بعد ایک دن میں نے اس سے پوچھ ہی لیا کہ آخر اسے مجھ میں کیا نظر آیا۔راجہ مہاراجہ یا نواب اور یہ جان کر مجھے بہت افسوس ہوا جب اس نے بتایا کہ مجھے دیکھ کر اکثر اسے ہندوستانی سادھوں کا خیال آیا۔دیکھے بات کہاں سے کہاں نکل گئی بات ہو رہی تھی ہندوستانی کھانوں کے لیے میرے چٹورے پن کی اب جولی مجھے بریانی یا کباب پکا کر تو نہیں کھلا سکتی۔

اب کی جب میں لکھنؤ چھٹیوں میں آیا تو میرا سارا دھیان کھانوں پر تھا۔خاص طور سے اچھے ذائقہ دار سیخ کباب مجھے بہت اچھے لگ رہے تھے۔میں نے امی سے پوچھا یہ کباب پکتے تو نہیں نظر آئے۔کہاں سے سیدھے کھانے کی میز پر آجاتے ہیں۔مجھے معلوم تھا میری وجہ سے کوئی چیز ہوٹل سے بھی نہیں آتی تھی۔امی نے جواب دیا ارے بیٹا یہ کباب تو کلثم ''بناتی ہیں'' یہیں محلّہ میں رہتی ہین اور اپنے گھر ہی سے کباب بنا کر بھجتی ہے۔ہم لوگ انہیں سے خریدتے ہیں۔باہر کے کباب یہ سننا تھا کہ میں گھبرا گیا۔Food Poisoning اور اس طرح کے دوسرے خیالات میرے دل میں آنے لگے۔باہر کا کھانا کھا کر ایک بار میری بہت طبیعت خراب ہو چکی تھی۔بہر حال اس کے بعد کلثم سے کباب خریدنا منع کر دیا گیا۔دیکھتے دیکھتے ایک مہینہ گزر گیا میری چھٹیاں ختم ہو گئیں اور اج مجھے نیویارک واپس جانا تھا۔میں اپنے کچھ دوستوں سے مل کر جب گھر میں داخل ہوا تو دیکھا گھر کے انگن میں امی کسی خاتون کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں ان خاتون کے چہرے پر کچھ شرافت ایسی جھلک رہی تھی کا کہ میرا ہاتھ بے اختیار سلام کے لیے اُٹھ گئے انہوں نے بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ میرے سلام کا جواب دیا تھا۔ پھر میں اندر کمرے میں آگیا۔تھوڑی دیر ہی وہ خاتون چلی گئیں اور امی بھی اندر آگئیں۔امی یہ کون خاتون تھیں۔ بیٹا یہ کلثم تھی جس سے ہم کباب خریدتے تھے۔بہت خددار خاتون ہیں۔ان کے شوہر ایک اسکول میں ٹیچر تھے ان کا ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا اس کے بعد کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تو اس نے اپنے گھر میں کباب وغیرہ کا کام شروع کر دیا۔لیکن اس میں بھی گھر چلانا مشکل ہو رہا ہے۔اس لیے یہ اب بنارس اپنی بیٹی کے ساتھ واپس جا رہی ہیں۔

وہاں ان کے کچھ رشتہ دار ہیں۔ اسکول کی فیس نہ جمع کرنے کے سبب سے بیٹی کا داخلہ بھی ختم ہوگیا ہے۔ خاندانی عورت ہے کسی طرح کی مدد بھی نہیں قبول کرتی کہ جب کباب نہیں خریدے تو پیسے کس بات کے۔

میں ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوگیا تھا۔ پورا خاندان مجھے چھوڑنے آیا تھا۔ میں نیویارک پہنچ گیا اور پھر اپنے کام میں مصروف۔ جولی بھی مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ ایسی شادیاں بہت کم کامیاب ہوئی ہیں۔ مجھے رہ رہ کر کلثم کا خیال آتا تھا کہ کسی طرح جد جہد کر کے وہ اپنے اور اپنی بیٹی کو پال رہی تھی اور اسے پڑھا بھی رہی تھی اور بجائے کچھ اس کی مدد کرنے کے اس کا اور نقصان کرا دیا نتیجہ میں اس کی بیٹی کا نام اسکول سے کاٹ دیا گیا۔

اس واقعہ کو بہت سال ہوگئے میرا بزنیس بھی کافی ترقی کر رہا تھا۔ زاہد میرے کام میں میری بہت مدد کر رہا تھا۔ اس نےکمپیوٹر انجینئرنگ کی تھی اور پچھلے ۳ سال سے میری کمپنی میں soft ware engineer تھا اور اس نے کمپنی کے لیے بہت کچھ کیا تھا اس کی کمپنی کو جوائن کرنے سے کمپنی کو بہت فائدہ ہوا تھا۔ اس کی شادی بھی ۳ سال پہلے ہوئی تھی۔ اس نے بتایا تھا اس کی بیوی اس کے لیے بہت خوش قسمت ثابت ہوئی تھی۔ شادی کر کے امریکہ سے واپس آیا تو اسے میرے کمپنی میں فوراً نوکری مل گئی۔ آج زاہد نے آفس سے چھٹی لی تھی وجہ یہ تھی کہ آج اسے اپنی بیوی کو لینے Air port جانا تھا۔ آج وہ پہلی بار ہندوستان سے آ رہی تھی۔

میں نے زاہد اور اس کی بیگم کو شام کو کھانے پر بلایا تھا۔ ظاہر ہے سارا کھانا ہوٹل سے آنا تھا۔ زاہد کی بیوی نے مجھے بہت متاثر کیا ایک اچھی مشرقی لڑکی۔ میں نے زاہد کی پسند کی دل ہی دل میں تعریف کی۔ کچھ دنوں کے بعد زاہد کے گھر میری دعوت تھی۔ زاہد کی بیوی نے جس طرح کے کھانے بنائے تھے اس میں سیخ کباب بھی تھا اور اس کے کھاتے ہیں میرے منھ سے بے اختیار نکل گیا۔ بیٹا تم کلثم کی بیٹی تو نہیں ہو زاہد کی بیوی مجھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ جی ہاں انکل لیکن آپ انہیں کیسے جانتے ہیں۔ اور بے اختیار میرے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے شکر میں اُٹھ گئے۔ ان ماں بیٹی کا جن کا مستقبل میرے نزدیک میں صرف اندھیرا تھا اُس لڑکی کو میں ایک بہت کامیاب Computer engineer کی بیوی کی شکل میں دیکھ رہا تھا۔ تمہاری امی کہاں ہیں۔ سر وہ بھی چار چھ مہینے میں ہمارے پاس رہنے کے لیے آ جائیں گی۔ ان کے Visa وغیرہ کی Formalites میں میں لگا ہوا ہوں۔ اب کی زاہد نے جواب دیا تھا۔ زاہد کی بیوی اب تک میری طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ کہ میں اس کی امی کو کیسے جانتا ہوں بیٹی میرا آبائی مکان لکھنو میں ہے۔ خان بہادر سلیمان ملک میرے والد تھے۔ میری امی پورے محلہ میں خالہ امی کے نام سے مشہور تھیں اپ لوگ بھی اس محلّہ میں رہتے تھے۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ آپ لوگ بنارس چلے گئے اس کے بعد مجھے آپ لوگوں کے بارے میں نہیں پتا چلا۔

جی ہم لوگ بنارس آ گئے تھے کچھ روز تو اپنے ایک رشتہ دار کے گھر رہے پھر امی مجھے لے کر ایک کالج کے پرنسپل سے ملنے گئیں میرے داخلہ کے سلسلہ میں ان پرنسپل صاحب نے میرا انٹرویو لیا اور میرا داخلہ ہوگیا۔ پرنسپل صاحب میرے پڑھائی کے نتیجہ کے بہت خوش تھے۔ جب انہیں ہم لوگوں کی مالی حالات کا پتہ چلا تو انہوں نے امی کو بھی کالج کے پرائمری سیکشن میں نوکری دے دی۔ اس کے بعد کے واقعات آپ کو زاہد بتائیں گے۔ زاہد کی بیوی نے مسکرا کر زاہد کی طرف دیکھا تھا۔ جی زاہد کھکھار کر بولا۔ کالج کے وہ پرنسپل میرے والد صاحب تھے، ایک دن وہ بہت خوش گھر پر آئے ان کی کالج کی ایک طالبہ نے انٹرمیڈیٹ کے نتیجہ میں پورے شہر میں ٹاپ کیا تھا وہ اس لڑکی سے اتنا متاثر تھے کہ اس کو اپنی بہو بنا لیا۔ جو اس وقت آپ کے سامنے بیٹھی ہے۔

زاہد کے گھر سے میں دعوت کھا کے آ گیا تھا۔ جلد ہی سونے لیٹ گیا دوسرے دن آفس نہیں جانا تھا۔ بڑی دیر تک سوتا رہا بہت اچھی نیند آئی تھی۔ صبح اُٹھا تو عجیب ایک اطمیان سا تھا۔ پچھلے دس سالوں سے جو ایک خلش تھی وہ شاید دور ہوگئی تھی۔

......☆......